© rasailojaraid.com

تفسیر و اصولِ تفسیر

حضرت علامہ مولانا شمس الحق افغانی مدظلہ

بحالت سفر حسب الحکم صرف
یادداشت سے مختصراً آٹھ صفحے
کا مضمون لکھ کر ارسال خدمت
ہے۔ پوری تصحیح کے ساتھ شائع
فرمایا جائے۔ شمس الحق افغانی

تفسیر لغت عرب میں کشف اور کھولنے کا نام ہے اور علم تفسیر وہ علم ہے جس سے قرآن حکیم کا طرز تلفظ اور معانی مفردات، قرآن اور مرکبات وجمل اس طرح کھل جائے کہ مراد الٰہی واضح ہو جائے تفسیر کا آغاز خود دورِ نبوت میں ہوا۔ اور بقول امام ابن تیمیہ خود سرور کائنات ؐ صحابہ کرامؓ کو مطالب قرآن کا درس دیتے تھے۔ نیز قرآن نے حضورؐ کی شخصیت کو بطور مفسر قرآن کے ان الفاظ میں پیش کیا ہے۔ لتبین للناس ما نزل الیہم اور یتلوا علیہم آیاتہ ویزکیہم ویعلمہم الکتاب والحکمۃ۔

بہرحال قرآن حکیم کا صحیح مطلب صاحب قرآن کی ذات اقدس سے وابستہ ہے۔ یا بعد ازاں حضورؐ کے شاگردان بلاواسطہ یعنی صحابہ کرامؓ سے متعلق ہے۔ اور اس طرح درجہ بدرجہ تابعین اور تبع تابعین کی تفاسیر سے صحیح مراد قرآنی تک رسائی ہو سکتی ہے۔ اور ان حضرات کا فہم مراد قرآنی معیار حق ہے کیونکہ مابعد زمانے میں ہر مفسر اپنے عہد کی ذہنی آب و ہوا کی پیداوار ہے، اور بہت کم مفسر ہیں جن کے ذہن و دماغ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہو سکتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ صدر اول سے اسوقت تک جتنے مفسر پیدا ہوتے ہیں وہ تفسیری معیار فکر کی ایک روبہ زوال فکر و علم کی ایک مسلسل زنجیر ہے، اور ہر پچھلی کڑی پہلی سے پست تر واقع ہوئی ہے۔ مفسرین کے سلسلے میں جب ہم اوپر کیطرف دیکھتے ہیں تو قرآنی مطالب کی حقیقت اپنی قدرتی شکل میں زیادہ واضح نظر آتی ہے۔ اور جب نیچے اترتے ہیں حالت برعکس نظر آتی ہے بہ صورتِ حال مسلمانوں کے ادبار اور دماغی تنزل کا قدرتی نتیجہ تھی وہ جب قرآن کی بلندیوں کا ساتھ نہیں دے سکے تو انہوں نے قرآن کو اسکی بلندیوں سے اس قدر نیچے اتارنا چاہا کہ ان کی پستیوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا ساتھ دے سکے جسکا بڑا سبب یہ تھا کہ قرآن اپنے اندازِ بیان طریقِ خطاب اپنے طریقِ استدلال الغرض اپنی ہر بات میں دنیا کے وضعی اصطلاحی اور فنون مدونہ کے خود ساختہ قوانین کا پابند نہیں اور نہ اسے پابند ہونا چاہیئے، کیونکہ وہ اپنی ہر بات میں فطری طریقہ رکھتا ہے۔ قرآن کے نزول کے وقت اسکے مخاطبین کا پہلا گروہ ایسا تھا کہ ان کا دل و دماغ تمدن کے اصطلاحی سانچوں میں ڈھلا ہوا نہ تھا بلکہ فطرت کی سیدھی سادی فکری حالت میں ان کا ذہن ڈھلا ہوا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ قرآن کا فطری اندازِ بیان جب ان کے ذہنوں کے سامنے آیا تو ٹھیک ٹھیک ان کے دلوں میں بس گیا۔

صحابہ کرامؓ جب قرآن کی کوئی آیت یا سورت سنتے تھے تو سننے کے ساتھ ہی اسکی ٹھیک حقیقت کو پالیتے تھے اور انکو کوئی الجھن پیدا نہیں ہوتی تھی، لیکن اس کے کچھ عرصہ بعد جب روم و ایران کے تمدن کی ہوائیں چلنے لگیں اور علوم و فنون اصطلاحیہ کا دور شروع ہوا تو اصطلاحیت کا ذوق بڑھنے لگا، اور قرآن حکیم کے فطری اسلوب سے بُعد اور ناآشنائی بڑھتی چلی گئی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ قرآن کی ہر بات کو علوم و فنون کے وضعی سانچوں میں ڈھالنا شروع ہوا۔

قرآن جب ان سانچوں میں ڈھلنا قبول نہیں کرتا تھا اس لئے طرح طرح کے الجھاؤ پیدا ہونے لگے اور سلجھانے کی جس قدر کوششیں بڑھتی گئیں تو الجھاؤ میں اضافہ ہونے لگا۔ اس دور کے مفسرین کی طبیعتیں فطرت کی سادی بات پر راضی نہیں ہوتی تھیں بلکہ علوم و فنون کی اصطلاحیت اور صناعیت میں قرآنی مطالب کی عظمت تصور کرتے تھے، اس لئے انہوں نے قرآن کے سادہ اور فطری مطالب کے لئے اصطلاحیت کے جامے تیار کرنے شروع کئے اور چونکہ یہ جامہ اس پر راست نہیں آسکتا تھا۔ اور انہوں نے بہ تکلف اسکو پہنانا چاہا تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ قرآنی حقائق کی موزونیت باقی نہیں رہی اور ہر بات ناموزوں ہو کر رہ گئی۔

امام فخر الدین رازیؒ نے تفسیر کبیر لکھی اور کوشش کی کہ قرآنی حقیقت کو مکمل طور پر یہ مصنوعی لباس پہنایا جائے لیکن یہ کمان اس سے نہ ہو سکی۔ اس وضعیت اور اصطلاحیت میں انہوں نے اپنی تفسیر کا نصف سے زائد حصہ صرف کر دیا لیکن حقیقت یہ کہ وضعیت کے پردے جس قدر ہٹتے جائیں گے، اسی قدر قرآن کی اصل حقیقت ابھرتی آئے گی۔ ہم اس حقیقت کو ایک مثال کے ذریعہ واضح کرنا چاہتے ہیں، قرآن حکیم نے ارادہ الٰہی کی موثریت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے: انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون۔ یعنی خدا جب کسی شئے کی نسبت ہونا طے کر لیتا ہے تو فرماتا ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے، یہ سادہ طرز اپنے مقصد میں بالکل واضح ہے۔ کہ ارادہ خداوندی اپنے اثر کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نافذ کرنے میں دیر نہیں لگاتا۔ بلکہ اس کا تقاضا ایسا جلد پورا ہو جاتا ہے کہ جیسے کسی چیز سے کہا جائے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔ اب مصنوعیت کا جامہ پہنانے میں یہ الجھاؤ پیدا ہو گیا کہ خدا جب کُن کہتا ہے تو یہ خطاب اسی شئے کے وجود کی حالت میں ہوتا ہے یا عدم کی حالت میں اگر پہلی صورت ہے تو موجود کو یہ کہہ دینا کہ ہو جا عبث ہے اور عدم کی حالت میں معدوم کو خطاب کرنا درست نہیں اب ایک صاف محاورہ میں یہ الجھاؤ پیدا کر دیا گیا۔ یا مثلاً لو کان فیھما آلھۃ الا اللہ لفسدتا میں توحید باری پر فطری استدلال کیا گیا ہے۔ کہ اگر کائنات کے نظام کو چلانے کیلئے ایک ذات کے سوا متعدد خدا ہوتے تو ضرور کائنات کا موجودہ نظام درہم برہم ہو جاتا۔ اس فطری استدلال کو جب منطق کا وضعی لباس پہنایا گیا تو الجھاؤ پیدا ہو گئے کہ نفی فساد ہے اشتراک استدلال، ماضی کے اعتبار سے ہے یا حال و مستقبل کے اعتبار اور کیا ایک ہی نظام پر متعدد الٰہہ کا اتفاق ممکن ہے یا نہیں۔

یہی منطقی اور اصطلاحی الجھنیں ہیں جس نے اس صاف اور فطری صداقت کو بجائے واضح کر دینے کے مشتبہ کر دیا۔ یہی ارباب فنون مفسرین قرآنی استدلال کیلئے منطقی مقدمات کو ترتیب دے کر انکے مباحث میں دور از کار بحثیں چھیڑتے تھے اور ان بحثوں سے ان کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ قرآن یا صاحبِ قرآن کو منطقی ثابت کرنے میں دونوں کی عظمت ثابت ہو گی۔ لیکن اس سے یہ نقصان ہوا کہ ایسا کرنے میں قرآن کی ساری خوبی اور دلنشینی گم ہو کر شکوک و شبہات کے سینکڑوں دروازے کھل گئے۔

فلسفی مصطلحات اور عربی زبان کی مصطلحات

ان فلسفی اور منطقی مصطلحات کی قالب میں قرآن کو ڈھالدینے سے ایک نقصان تو یہ ہوا جو اوپر ہم نے ذکر کیا دوسرا نقصان یہ ہوا کہ قرآنی الفاظ کو ان مصطلحات کی شکل میں وہ معانی پہنائے گئے جسکا سلف صالحین کو وہم و گمان بھی نہ ہوا ہو گا وضعیت نے قرآنی مطالب کو مختلف صورتوں میں تبدیل کیا۔

۱۔ یونانی منطق و فلسفہ کے پرستاروں نے سماویات اور کائنات جو کہ قرآنی مطالب کو نظامِ بطلیموسی اور فلسفہ ارسطو پر فٹ کرنا چاہا جس سے قرآن کی ساری خوبی گم ہو گئی۔

۲۔ جیسے آجکل کے خرد فروشوں نے جدید مغربی علم ہیئت اور سائنس پر قرآن کو فٹ کرنا چاہا تاکہ زمانہ حال کے علوم قرآن سے ثابت کئے جائیں اور فلسفہ حال اور سائنس کو قرآنی آیات میں بھر دیا جائے جس کا صاف مقصد یہ تھا کہ قرآن کا نزول اس لئے ہوا کہ جو بات ڈاروِن، نیوٹن، کوپرنیکس اور ولیمس نے بغیر کسی الہامی کتاب کے محض اپنی فکری کوششوں سے دریافت کی ہے وہ چند صدیوں پہلے قرآن نے چیستانوں اور معموں کی شکل میں قرآن نے دنیا کے کانوں تک پہنچا دی تھی جو صدیوں تک دنیا کی سمجھ میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں آئی، یہاں تک کہ تیرہ سال بعد موجودہ زمانے کے مفسر پیدا ہوئے اور انہوں نے یہ معنے حل کردیئے، اسی قسم کی تفسیرات تفسیر بالرائے میں داخل ہیں جس پر وعید آئی ہے ۔

کلامیات اور تصوف کے رنگ میں قرآن کی تفسیر | علم کلام اور تصوف کے رنگ میں سینکڑوں اصطلاحات پیدا ہوئیں۔ اور چاہے وہ اپنی جگہ کتنے ہی درست کیوں نہ ہوں لیکن قرآن کی تفسیر میں ان اصطلاحات کی ایسی ناموزوں آمیزش کی گئی جسکی وجہ سے قرآن کی فطری اسلوب کی ساری خوبی و دلآویزی گم ہوگئی۔ فلسفۂ قدیم ہو یا جدید، علم کلام ہو یا تصوف اصطلاحی جدید ان کے ذریعہ قرآن کو جو معنے پہنائے گئے ان کے کافی حصے کو اگر تفسیر تسلیم کیا جائے تو تفسیر بالرائے ہے۔ تفسیر بالرائے کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن کی تفسیر میں عقل و فہم کو دخل نہ دیا جائے بلکہ مراد یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر اس تصور کے تحت نہ کی جائے کہ خود قرآن کیا کہتا ہے۔ بلکہ اس اندازِ فکر کے تحت قرآن کا مطالعہ کیا جاتا ہے کہ ہماری ٹھہرائی ہوئی رائے پر قرآن کے الفاظ کو کس طرح فٹ کیا جا سکتا ہے، چاہئے کہ ان الفاظ کے فٹ کرنے میں توڑ مروڑ سیاق سباق فہم سلف قرآن و دلائل کی خلاف ورزی کیوں نہ ہوتی ہو۔ ایسا کرنے سے جس تشریح قرآنی کو تفسیر کا نام دیا جاتا ہے۔ وہ مرادِ الٰہی اور قرآن کی واقعی تفسیر تو نہیں کہلائی جا سکتی بلکہ تفسیر مرادِ نفس یا اپنی خواہش وقت کی تشریح و تفسیر کہلائے جانے کی مستحق ہے جسکو ہدایت ربانی کا مقام حاصل نہیں بلکہ ضلالتِ فکری کا مقام حاصل ہے۔

اسی حقیقت کو قرآن نے ان بلیغ الفاظ میں چودہ سو سال قبل بیان کیا ہے۔ یضل بہ کثیرا و یھدی بہ کثیرا۔ یعنی بعض لوگ قرآن کی غلط تفسیر بلکہ تحریف کر کے بہت سے لوگوں کو راہِ حق سے قرآن کے نام پر ہٹا کر گمراہ کریں گے اور بہت سے لوگ صحیح تفسیر کر کے لوگوں کو ہدایت پر لائیں گے۔

اسرائیلیات | ابتداء سے نومسلم اہل کتاب بالخصوص یہود کے قصص و روایات پھیلانا شروع ہوگئے اور پھر ان کو مستند و قابلِ اعتبار ثابت کرنے کیلئے ان کا سرا کسی نہ کسی تابعی سے ملا دیا گیا تاکہ انکو تفسیر سلف سمجھا جائے محققین مفسرین اسلام نے ہمیشہ ان بیہودہ روایات کو چھانٹنا چاہا اور اس سلسلے میں سب سے بڑھ کر حصہ تفسیر ابن کثیر نے لیا، جنہوں نے احادیث کے التزام کے ساتھ نقد روایات کا فرض بھی ادا کیا اور اسرائیلی روایات کو ایک ایک کر کے جسم تفسیر سے نکال دیا۔ مستشرقین یورپ نے قرآن اور اسلام پر اعتراض کرنے کیلئے ان ہی بیہودہ روایات کے حربہ سے کام لیا اور کتاب و سنت کے حقیقی مقاصد و علوم سے بے خبر طبقہ کو شکوک و شبہات میں مبتلا کر دیا۔

بہر حال فہم قرآن کے واسطے مفسر کے لئے حسب ذیل اصول کی رعایت بے حد ضروری ہے تاکہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تفسیر قرآن کے سلسلے میں تحریف اور تفسیر بالرائے کی گمراہ کن راہ سے بچ سکے۔

اصولِ تفسیر

۱۔ ایک یہ کہ قرآن نے ایک ہی مقصد کو متعدد مواضع میں بیان کیا ہے، لہذا ایک موضع کی تفسیر میں قرآن حکیم کے ان تمام مواضع سے مدد لینا چاہیئے جہاں اسی قسم کا مضمون آیا ہے تاکہ صحیح مطلب واضح ہو جائے۔ اسی کو تفسیر القرآن بالقرآن کہا جاتا ہے۔ اتقان فی علوم القرآن میں ان کی بیشمار مثالیں ہیں، ہم اختصار کی خاطر ان کو ترک کرتے ہیں۔ ان امثلہ کا کافی ذخیرہ تفسیر ابن کثیر میں موجود ہے۔

۲۔ قرآن کا صحیح مطلب معلوم کرنے کے لئے سابق اور لاحق آیات یعنی سیاق و سباق کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔ جو تفسیر سیاق و سباق کے مطابق ہو وہی صحیح تفسیر ہے اور اس کے سوا بے جوڑ اور غلط تفسیر بلکہ تحریف ہوگی اسکی جانچ کے لئے بھی ابن کثیر اور تفسیر روح المعانی کا مطالعہ کیا جائے۔

۳۔ مفرداتِ قرآن کے مختلف معانی ہوتے ہیں اور قرآن کے ہر موضع میں ہر معنی کا مراد لینا درست نہیں بلکہ قرائنِ قرآن کے تحت ایک لفظ کا ایک مقام میں ایک معنی مراد ہوتا ہے۔ اور دوسری جگہ دوسرا معنی اس لئے صرف عربی لغت کی مدد سے معنی فِٹ کرنا درست نہیں، مفرداتِ قرآن کی صحیح مراد کے تعین کے لئے مفردات القرآن امام راغب کا مطالعہ کرنا ضروری ہے۔ تاکہ انتخاب معنی میں غلطی نہ ہو بالخصوص ایسے دور میں جبکہ زبانِ قرآن کی مہارت اور ذوق بالکل مفقود ہے۔

۴۔ تفسیرِ قرآن کی صحت کے لئے حدیث اور سنتِ نبوی کا مطالعہ بے حد ضروری ہے۔ کیونکہ قرآن کا صحیح علم صاحبِ قرآن کو ہے۔ اور قرآن کو صاحبِ قرآن کے ارشادات اور تشریحات سے الگ کر دینا بے راہ روی ہے۔ تفسیر قرآن سنّت و احادیث کے آئینہ میں دیکھنے کے لئے سب سے بہتر تفسیر ابن کثیر ہے، جس میں تفسیر قرآن کا ذخیرۂ احادیث تنقید کے ساتھ مذکور ہے۔

۵۔ تفسیر قرآن کیلئے علم الآثار کی بھی ضرورت ہے تاکہ قرآن کی تفسیر کے سلسلے میں صحابہ کرامؓ تابعین اور تبع تابعین کے صحیح اور مستند اقوال معلوم ہو سکے کیونکہ یہی حضرات بہ نص قرآن و حدیث مقبول عند اللہ ہے۔ اس لئے ان کی تفسیر بھی اللہ کی مقبول اور پسندیدہ ہے، اور ہماری نسبت اس میں غلطی کا احتمال بہت ہی کم ہے بقول امام شافعیؒ کے "اجتہادہم فوق اجتہادنا" کہ دین کے معاملہ میں ان کی ذاتی رائے بھی ہماری رائے سے بڑھ کر ہے۔

۶۔ مفسّر کیلئے قرآن کے قراءتِ مختلفہ یعنی مختلف قراء کے مختلف طرزِ تلفظ سے بھی واقفیت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ضروری ہے کہ ان سے بھی مرادِ الٰہی کے تعیّن میں مدد لے جا سکتی ہے۔

۷۔ قرآن عربی زبان میں ہے، اس لئے مفسّر کیلئے زبان عربی کے جملہ قواعد و قوانین سے واقفیت ضروری ہے۔

۸۔ تقویٰ اور طہارت نفس بھی مفسّر کیلئے ضروری ہے۔ تاکہ مفسّر کو مُنزّل قرآن یعنی اللہ رب العالمین سے ربط ہو تاکہ کلامِ الٰہی کی تفسیر کے وقت اللہ تعالیٰ کے فیضان کے تحت قرآن کے صحیح مقصد کا اس کے دل پر القاء ہو۔ لایمسّہ الا المطھرون۔ کے تحت جسطرح ناپاک ہاتھ کو ظاہرِ قرآن سے لگانا اور اسکو چھو جانے کی اجازت نہیں اسی طرح ناپاک دل و دماغ کو معارف و حقائق قرآن تک جو باطنِ قرآن ہے رسائی ممکن نہیں ظاہرِ قرآن کو وہی ہاتھ پہنچتے ہیں جو ظاہراً پاک ہوں اور باطن قرآن یعنی قرآن کے حقائق و اسرار کو وہی دل و دماغ پہنچتے ہیں جو اندر سے پاک اور طاہر ہوں یعنی پاک حقائق و اسرار کے لئے پاک دل و دماغ کی ضرورت ہے۔

۹۔ توافق اصول و روحِ اسلام: تفسیر قرآن کے وقت یہ خیال رہے کہ کوئی ایسی تفسیر نہ کی جائے کہ اصول اسلام اور روحِ دین کے خلاف ہو تاکہ قرآنی تشریح قرآن کی بنیادی مقصد کی ضد اور توڑ ثابت نہ ہو۔

۱۰۔ توافق تعامل:۔ قرآن یا اسلام صرف ایک نظری مذہب نہیں جو صرف افکار و نظریات کا مجموعہ ہو اور خارجی دنیا میں اس کا کوئی وجود نہ ہو بلکہ یہ ایک عملی مذہب ہے جو چودہ سو سال سے مسلسل سطحِ زمین پر مسلمانوں کی عملی زندگی میں پیوست ہو کر موجود چلا آیا ہے۔ اس لئے ایسی تفسیر کتاب و سنت کی قابل اعتبار نہیں جو مسلمانوں کی اسلامی زندگی کی تاریخی تعامل کے خلاف ہو۔

ان دس اصولِ تفسیر کے پیش نظر حق اور باطل تفسیر کا امتیاز واضح ہو جاتا ہے۔ اور اس قدر بصیرت ہر شخص کو فہمِ قرآن میں پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ فوراً تفسیر بالرائے اور غلط تفسیر کو الفاظ قرآنی کی نشست اور بیجا تکلفات کی کجی سے معلوم کر لیتا ہے۔

تفسیر کی مختلف اقسام | تفسیر کو مختلف ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ۱۔ نقلی تفسیر ۲۔ عقلی تفسیر

نقلی تفسیر کی دو قسمیں ہیں، معنوی تفسیر مثلاً تفسیر کسائی تفسیر ابوعبیدہ، تفسیر زجاج یہ تفسیریں مفردات قرآن کی لغوی معانی کی تحقیق کیلئے لکھی گئی ہیں۔ امام بخاری رح نے صحیح البخاری کی کتاب التفسیر میں ان حضرات کی تفاسیر سے استفادہ کیا ہے۔ ۲۔ اثری تفسیر یعنی احادیث اور اقوال صحابہ و تابعین و تبع تابعین کی روشنی میں قرآن کی تفسیر کرنا اس سلسلے کی تفاسیر میں تفسیر ابن جریر تفسیر ابن ابی حاتم تفسیر حاکم تفسیر ابن کثیر تفسیر درِ منثور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں جن میں جلیل القدر تفسیر ابن جریر کی تفسیر ہے۔ اور تنقید روایات کے لحاظ سے ابن کثیر کی تفسیر سب سے اکمل ہے، اور جامعیت کے لحاظ سے درمنثور سب سے فائق ہے، لیکن ضعیف روایات اس میں موجود ہیں معالم التنزیل بغوی کی روایات اور فقہ دونوں کی جامع ہے، نکات بلاغیہ کے لحاظ سے تفسیر کشاف کو بلند مقام حاصل ہے۔

عقلی تفسیر اس سلسلے میں علم کلام اور قدیم فلسفہ کے اعتبار سے تفسیر کبیر امام رازی اور تفسیر روح المعانی سید محمود آلوسی بغدادی کا مقام بلند ہے، فلسفہ جدیدہ کے اعتبار سے تفسیر طنطاوی جوہری تفسیر مفتی عبدہ و علامہ رشید رضا، اہم تفسیریں ہیں۔ لیکن دونوں کے بعض مضامین قابل تنقید ہیں، فقہی لحاظ اور روایت و تصوف کے لحاظ سے تفسیر مظہری یکتا ہے۔

سب سے بڑی ضخیم تفسیر علامہ عبدالسلام قنزوینی کی تفسیر حدائق ذات بہجۃ ہے جو بقول صاحب کشف الظنون پانچ سو جلدوں میں ہے۔ اور سب سے چھوٹی تفسیر جلالین ہے۔

بقیہ: شیخ الازہر سے انٹرویو

عبدالعزیز مرحوم نے حجاز کو واپس حاصل کر لیا تو اس نے یہ نہیں پوچھا کہ شریعت کی کس بات پر پہلے عمل کریں گے بلکہ اس نے دفعۃً پوری شریعت کو نافذ کر دیا چند دنوں میں حالات درست ہو گئے۔ ہم کو معلوم ہے کہ جب حجاج کرام یہاں آتے تو ان کو اپنی جانوں اور مال و دولت کے بارے میں قتل اور غارت گری سے واسطہ پڑ جاتا، مگر جب سلطان عبدالعزیز مرحوم نے ملک کی باگ ڈور سنبھالی اور شریعت جاری کر دی تو حالات درست ہو گئے اور مکمل امن ہوا پھر وہ لوٹ مار کرنے والے راستے میں کسی پڑی ہوئی چیز کو دیکھ کر جلد واپس چلے جاتے تاکہ چوری کی تہمت میں نہ پھنس جائیں۔ سعودی عرب میں مکمل امن موجود ہے۔ جو کسی دوسرے ملک میں نہیں۔ یہ اسلامی شریعت کی وجہ سے ہے جو یہاں جاری ہے۔

اشرف اکیڈمی لاہور

بیادگار حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ

حضرات اکابر دیوبند اور دیگر علماء و اکابرین امت کی قدیم و جدید تصانیف اور ہر قسم کی درسی اور غیر درسی کتب کیلئے یاد رکھیئے۔ آرڈر کے ساتھ نصف قیمت پیشگی ضروری ہے۔

محصول ڈاک بذمہ خریدار

اشرف اکیڈمی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور

© rasailojaraid.com